ایک معاصر محققؒ

بدیع الزّماں فروزانفر خراسانی مرحوم

ڈاکٹر محمدؐ ریاض

پروفیسر بدیع الزمان فروزانفر، معاصر ایران کے ایک نامور عالم، محقق، شاعر اور سب سے بڑھ کر علوم و فنونِ اسلامیہ میں متبحر شخصیت تھے۔ اسلام کے اصولوں کی روشنی میں، آپ عصرِ حاضر کے مسائل کا حل پیش کرنے میں بالغ نگاہ، نکتہ رس اور مجتہدانہ فکر و نظر کے حامل تھے۔ استاد نے ۷ رمئی ۱۹۷۰ء کو ۶۸ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور تہران میں "شاہ عبد العظیم" کی معروف زیارت گاہ کے جوار میں دفن ہوئے ہیں۔

فروزانفر مرحوم ۱۳۲۲ھ میں لبشرویہ (خراسان) کے ایک آسودہ حال اور علم دوست گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مشہد میں آکر آپ نے ادیب نیشاپوری، ادیب پشاوری، محمد علی فروغی ذکاء الملک اور دیگر فضلاء سے متعدد سال تک استفادہ کیا اور علوم و فنونِ اسلامی میں تبحّر حاصل کیا۔ عربی ان کی بمنزلہ مادری زبان تھی۔ فرماتے تھے: "میں نے اپنے بزرگوں کی زیرِ نگرانی، لبساط بھر کوشش کی کہ اسلامی علوم و فنون کے عظیم سرمایہ سے بہرہ مند ہو سکوں۔ میرے پیشِ نظر سند، ڈگری یا ملازمت کا حصول نہ تھا۔"

۱۳۰۳ شمسی/ ۱۹۲۵ء میں استاد، تہران آگئے تھے۔ تہران یونیورسٹی کی تاسیس پر انہیں دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی کا استاد مقرر کیا گیا (۱۳۱۳ش / ۱۹۳۵ء) اور ساتھ ساتھ دانشکدہ معقول و منقول کا سربراہ بھی۔ انھوں نے ان دو دانشکدوں میں کم و بیش ۳۵ برس ادبیات و الٰہیات کا درس دیا، اور ان کے ایران و غیر ملکی شاگردوں میں سینکڑوں ایسے ہیں جو خود بھی ردیفِ اوّل کے لوگ ہیں اس مناسبت سے استاد کو بلا مبالغہ "استادگر" کہا جا سکتا ہے۔ انھوں نے ادبیات و الٰہیات کے مختلف شعبوں پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں جو تحقیق و تدقیق و تحشیہ و ترجمہ و تصحیح وغیرہ کا

شاہکار مانی جاتی ہیں، مگر استاد کے تلامیذ کی اکثریت ان کی تدریسی خدمات کو ان کی تالیفات سے کم اہمیت نہیں دیتی بلکہ شاید مرجح مانتی ہے۔ کلکِ قوی کے ساتھ ساتھ، زبان و بیان کی وضاحت و بلاغت کی ایسی زبردست صفات، بہت کم سعادت مندوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اکثر محققین کی انزواپسند طبیعت کے علی الرغم، استاد کو تدریس سے خاص رغبت بلکہ عشق تھا۔ ۶۵ برس کی عمر میں جب وہ تدریسی مشاغل سے سبکدوش کر دیئے گئے تو بھی انھوں نے طالب علموں کے تقاضوں پر رضاکارانہ بعض کلاسوں کی تدریس جاری رکھی۔ یونیورسٹی میں تدریس کے علاوہ ان کا دولت خانہ بھی ایک اچھا خاصا دانشکدہ تھا۔ یونیورسٹی کی مانند یہاں بھی درس خوانوں، اور ان سے زیادہ فارغ التحصیل حضرات کا بڑا مجمع لگتا اور استاد کے محضر سے استفادہ کا فیضان جاری ہو جاتا۔ ایران میں اپنے سوا تین سالہ قیام کے دوران، راقم الحروف ایسی بہت سی مجالس کا شاہدِ عینی ہے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے علاوہ، استاد آخرِ عمر تک انتظامی معاملات سے بھی وابستہ رہے۔ دانشگاہِ تہران سے سبکدوشی کے بعد ڈاکٹر مہدی بیانی کی وفات کے نتیجے میں استاد فروزانفر کو کتب خانہ سلطنتی پہلوی کی سربراہی کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی اور اپنے انتقال تک وہ اس بار کو بطریقِ احسن سنبھالے رہے۔

استاد فروزانفر نے مشرق و مغرب کے بیشتر سفر کیے جن میں سے بیشتر دعوت پر انجام پذیر ہوئے ہیں۔ حج اور عمرہ کی سعادت سے بھی بہرہ اندوز تھے۔ پاکستان سے ان کو کئی بار دعوتیں بھیجی گئیں مگر وہ صرف دو مرتبہ تشریف لا سکے۔ آخری بار وہ جنوری ۱۹۶۴ء میں آئے تھے۔ اس سفر کا وہ اکثر ذکر کرتے تھے خصوصاً ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اقبال اکیڈمی، کل پاکستان انجمن ترقی اردو، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ میں فضلاء سے تبادلہ خیال کرنے اور کوہستانِ مری میں برف باری سے لطف اندوز ہونے کا۔ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی میں آپ ۲۷ جنوری ۱۹۶۴ء کو تشریف لائے اور سارا دن وہیں گزارا تھا۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ ادارے کے ماہنامہ "فکر و نظر" بابت مارچ ۱۹۶۴ء میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان اور ہمارے قومی شاعر علامہ اقبالؒ سے استاد مرحوم کو خاص انس تھا۔ یومِ اقبال کی تقریبات میں آپ نے متعدد مقالے پڑھے اور تقاریر کی ہیں ان کی نظر میں اقبال کی 'اسلامی اجتہادی فکر' مقدم تھی۔ ان کی ایک معنی خیز تقریر کا فارسی

متن (ملخصاً) راقم الحروف نے 'اقبال ریویو' کراچی میں چھپوایا تھا (اپریل ۱۹۶۹ء) جو 'مشتے نمونہ' کا مصداق ہے۔ اب ہم استاد کی مطبوعہ تالیفات کا ذکر کردیں:

۱۔ سخن و سخنوراں (۲ جلدوں میں) مطبوعہ تہران ۱۳۰۹، ۱۳۱۲ ش۔ چھٹی صدی ہجری تک کی فارسی شاعری اور ضمناً نثر کے بارے میں بحث و نقد پر مشتمل تحقیقی کتاب ہے۔ کتاب میں فارسی شعراء کی فکر و نظر اور ان کی سرقات و توارادات اس طرح مذکور ہیں کہ مؤلف کی دقّتِ نگاہ اور عربی ادب میں اس کے تبحّر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ استاد کی اس کتاب نے فارسی ادب میں باب تنقید کا افتتاح کیا ہے۔

۲۔ عربی، فارسی لغت (تہران ۱۳۰۹ ش) اگرچہ استاد اسے حسبِ آرزو مکمل نہ کر سکے، مگر اس صورت میں بھی ایک قابلِ قدر تالیف ہے۔

۳۔ شیخ فریدالدین عطّار نیشاپوری کی زندگی اور تصانیف پر تحقیق (تہران ۱۳۴۰ ش) اس موضوع پر استاد سعید نفیسی مرحوم نے بھی تحقیق کی تھی مگر مجملاً (۱۳۲۰ ش، تہران)۔ استاذ فروزانفر نے اپنی روش کے مطابق اس کام کو مکمل صورت میں پیش کیا ہے۔

۴۔ ابن طفیل اندلسی کے عربی رسالہ 'حی بن یقظان' کا فارسی ترجمہ (مع تعلیقات و حواشی)۔ کتاب کا نام "زندۂ بیدار" ہے (۱۳۳۴ ش، تہران)۔ اس کتاب میں 'حی بن یقظان' نامی فلسفیانہ ناول کی دوسری صورتوں، اس کی شروح اور بعض 'تحلیلات' کے بارے میں مفصل بحث موجود ہے۔

۵۔ مناقب اوحدالدین کرمانی (تہران ۱۳۴۶ ش) جس میں شیخ کے مناقب و واردات تصحیح شدہ صورت میں طبع کروائے گئے ہیں۔

۶۔ رسالہ قشیریہ کا فارسی ترجمہ مع افادات۔ شیخ ابوالقاسم قشیری کے مشہور عربی رسالہ کا کسی نامعلوم مگر قریب العہد مؤلف نے نہایت شیریں اور دلآویز انداز میں فارسی ترجمہ کیا ہے۔ استاد نے عربی متن کی رو سے اس نسخۂ فرد کی تصحیح کی ہے۔ استاد نے متعدد تحقیقی مقالے لکھے ہیں، جو ایران اور دیگر ممالک کے موقر مجلّوں میں چھپے ہیں۔ مگر ان کا اصل میدان "مولانا جلال الدّین رومی (مولانائے روم) کے بارے میں تحقیقات ہیں۔ یہ تحقیقات اس پایہ کی ہیں کہ استاد بھی رومی کی طرح زندۂ جاوید ہو گئے ہیں۔ استاد نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال اسی کام میں گزارے اور اس میدان میں اپنے

ور کے بے نظیر شاہسوار مانے گئے ہیں۔ جرمن فاضل خاتون ڈاکٹر انیماری شیمیل نے خوب لکھا ہے:

"قرون گزشتہ سے لیکر اب تک ایرانی فضلاء، مولانا کے آثار و افکار کی نشر و اشاعت میں مصروف ہے اور موجودہ زمانے میں اس کا کامل نمونہ پروفیسر بدیع الزمان فروزانفر کی تحقیقات و تدقیقات میں دیکھا جا سکتا ہے اور تمام مستشرق اور مولانا کے دیگر دلدادگاں اس 'معاصر محقق' اور فاضل استاد کی خدمات کے سپاس گزار ہیں"۔ (راقم الحروف کا مترجمہ مقالہ: "فکر و نظر" فروری ۱۹۷۰ء ص ۶۰۷)۔

استاد فروزانفر کے مولانائے روم کے بارے میں خصوصی درس ہوتے رہے اور انتقال کے وقت بھی وہ مولانا کی 'مثنوی شریف' کی شرح میں مصروف تھے۔ اس عظیم تالیف کی اب تک تین جلدیں چھپی ہیں جو دفتر اوّل کی شرح پر مشتمل اور راقم الحروف کی دسترس میں ہیں۔ مزید جلدیں بھی چھپ رہی ہیں مگر ظاہر ہے کہ کام نامکمل ہی رہ گیا۔ 'شرح مثنوی شریف' کی تینوں جلدوں کے مقدمے اعلیٰ معلومات کے حامل ہیں اور مربوط حصّوں کا اُردو ترجمہ 'اقبال ریویو' کراچی میں عنقریب چھپے گا۔ بہرطور استاد فروزانفر کے مولانا کے بارے میں تحقیقات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ فیہ مافیہ۔ مولانا روم کے ملفوظات کا تحشیہ و تصحیح۔ ۱۳۳۰ش تہران۔ ۲۔ کلیات شمس تبریزی یا دیوان کبیر۔ یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں چھپی ہے (۱۳۳۴ - ۱۳۴۵ش) ساتویں جلد کا آخری نصف حصہ مولانائے روم کی مخصوص اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب متعدد مخطوطات کی مدد سے مرتب اور تصحیح کی گئی اور جمع کنندہ کی عرق ریزی پر دال ہے۔ اس کے کچھ مخطوطات مولانا کے زمانہ سے قریب تر دور میں مدون ہوئے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا کے بارے میں حکومتِ ترکیہ نے قونیہ میں جو بین الاقوامی سیمینار منعقد کیا اور جس میں استاد فروزانفر نے نمایاں ترین صورت میں حصّہ لیا، اس دوران مختلف فضلاء نے استاد کو بعض نادر مخطوطات کی نشاندہی کی۔ اس کتاب کو مرتب کرنے وقت استاد نے تمام عربی اشعار پر اعراب لگوائے اور ہر غزل، نظم، قطعہ اور رباعی کا عروضی وزن بھی لکھ دیا ہے تاکہ سقم و اشتباہ کا احتمال کمتر ہو جائے۔ یہ کتاب تحقیق، جمع آوری اور تصحیح کا لازوال نمونہ ہے۔ ۳۔ معارف (درسہ مجلہ) مولانائے روم کے والد، سلطان العلماء بہاء الدین محمد کی شاہکار تالیف کی ایڈیٹنگ۔ (تہران ۱۳۳۳ تا ۱۳۳۸ش)۔ ۴۔ معارفِ ترمذی، جو مولانائے روم کے پہلے پیر طریقت برھان الدین محقق ترمذی کی تالیف ہے۔ اس کتاب کو استاد نے اس طرح ایڈیٹ کیا ہے کہ مولانائے روم

فکر کے بہت سے گوشے روشن ہو جاتے ہیں۔ (تہران ۱۳۳۹ش)۔

۵- احادیث مثنوی۔ مثنوی مولانا میں جہاں کہیں حدیث نبویؐ سے استناد ہے، اس کی پوری نشاندہی کے ساتھ اس حدیث کا درجۂ استناد بھی بتایا گیا ہے (مع مآخذ) تہران ۱۳۳۴ش۔ ۶- مآخذ قصص و تمثیلات مثنوی ۱۳۳۳ش، تہران۔ کتاب کا عنوان، اس کے موضوع کا مظہر ہے۔ یہ کتاب ایک طرف مولانائے روم کی جلالتِ فکر اور اسلامی علوم و فنون میں ان کے تبحر کی دلیل ہے۔ اور دوسری طرف استاد فروز انفر کی محققانہ مساعی کی، جنہوں نے اس کتاب کو مکمل کرنے کے لئے ساتویں صدی ہجری تک کے عربی و فارسی علمی سرمائے کو چھان مارا۔ ۷- شرح احوال و آثار و افکار مولوی (ایران میں مولانائے روم کو مطلقاً 'مولوی' کہتے ہیں یا 'مولانا') تہران ۱۳۳۳ش۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کی 'سوانح مولانائے روم' کے بعد یہ دوسری مفصل تر سوانح عمری ہے جس میں حیات و تصانیف و افکارِ مولانا پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ۸- تصحیح و تحشیہ مقالات شمس تبریزی، جو ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے۔ یہ کتاب مولانائے روم کی مجالس سبعہ (مطبوعہ ترکیہ ص ۵) کے طرز پر ہے۔ استاد مرحوم شمس الدین افلاکی کی 'مناقب العارفین' کی ایک تحلیل و تلخیص بھی لکھنے والے تھے جو غالباً ان کے ذہن سے صفحہ قرطاس پر منتقل نہ ہو سکی۔ ۹- شرح مثنوی شریف جس کی ۳ جلدیں ۱۳۴۵ تا ۱۳۴۷ش میں چھپ گئیں۔ اس کا ذکر گزر گیا ہے۔

جن کتب کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں مولانائے روم کی شخصیت ساتویں صدی ہجری تک کے اسلامی علوم و فنون کے ایک 'دائرۃ المعارف' کے طور پر نظر آتی ہے۔ فلسفہ، کلام، منطق، نجوم، ریاضی، تصوف اور اسلامی روشن فکر۔ فقہ کی رو سے قیاس، اجماع اور اجتہاد سب کچھ دیکھا جا سکتا ہے اور ان مسائل کا نقطہ ماسکہ قرآن مجید اور سنّتِ نبویؐ ہے۔

استاد فروز انفر نے اپنی تصانیف اور درس کے ذریعے تحقیقاتِ اسلامی کے سلسلے میں جو گرانقدر رہنمائی فرمائی ہے، اُسے ان کے ایرانی اور غیر ملکی شاگرد یقیناً مزید توسیع دیں گے۔ وہ اپنی خدمات کی بنا پر زندۂ جاوید رہیں گے۔ کلّ من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربّك ذوالجلٰل والاکرام۔